تیری آمد، آمدِ فصل بہار

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہجری کیلنڈر کا تیسرا مہینہ ''ربیع الاول'' شروع ہو چکا ہے، اس مہینہ کا نام رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے پہلے سے ربیع الاول ہے، جس کے معنی 'پہلی بہار' کے ہیں، ممکن ہے کہ جب اس مہینہ کا نام رکھا گیا ہو تو یہ دن موسمِ بہار کے آغاز کے رہے ہوں، موسم کی آمد چوں کہ شمسی کیلنڈر کے حساب سے ہوتی ہے؛ اس لئے ہجری تقویم میں ہمیشہ موسمِ بہار کا مہینہ ایک ہی نہیں ہوتا؛ بلکہ مہینے بدلتے رہتے ہیں؛ لیکن اس مہینہ سے قدرتی طور پر کچھ ایسی یادیں وابستہ ہوگئی ہیں کہ اب یہ مہینہ واقعی بہار بلکہ سدا بہار ہو گیا ہے، اس ماہ سے تاریخی طور پر خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات متعلق ہیں، اسی ماہ میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی میں آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی، اور اسی میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، دنیا میں آپ کی تشریف آوری کو ایک مسلمان محض خوش اعتقادی کی وجہ سے سب سے بڑی نعمت و سعادت نہیں سمجھتا؛ بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت اور سچائی ہے، جس کا اعتراف پوری انسانیت کو کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اسی ماہ میں انسانیت کو اپنے خالق و مالک کی طرف سے ابدی پیغام اور زندگی گذارنے کا طریقہ معلوم ہوا۔

خدا نے انسانوں کی جو بستی بسائی ہے، وہ کتنی وسیع، کتنی خوبصورت اور کتنی متنوع ہے، ہزاروں مخلوقات ہیں اور ہر ایک دوسرے سے مختلف؛ بلکہ اپنی صلاحیتوں اور عادتوں کے اعتبار سے بالکل متضاد کیفیتوں کی حامل؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ان کو ان کے کاموں کے بارے میں قدرت نے کوئی کتاب پڑھا دی ہے، وہ ایک مقررہ دستور کے مطابق اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں، سورج کو معلوم ہے کہ اسے مشرق سے نکلنا ہے اور مغرب کی سمت میں ڈوبنا ہے، سمندر ہزاروں سال سے اپنے دائرہ میں مسلسل بہہ رہا ہے اور اپنی تلاطم خیز موجوں کے ساتھ کروٹیں لیتا رہتا ہے، وہ فضا کو بادل کی سوغات دیتا ہے اور دن رات زمین کی آلائشوں کو تحلیل کرنے میں لگا ہوا ہے، درخت مسلسل پھل پھول دینے اور انسان کو آکسیجن

فراہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، لگتا ہے کہ یہ سب پڑھی پڑھائی اور سیکھی سکھائی مخلوقات ہیں، جن کو اپنی ایک ایک ڈیوٹی کا علم ہے۔

جمادات ونباتات ہی نہیں، حیوانات کا بھی یہی حال ہے، جو چلتے پھرتے دوڑتے بھاگتے ہیں، ان کا کھانا پینا، لڑنا جھگڑنا، اپنی غذاؤں کا تلاش کرنا، حملہ کرنا اور مدافعت کرنا ہم اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ قدرت نے ان کو بھی ان کی زندگی کا دستور پڑھا اور سمجھا دیا ہے، گائے، بکری گھاس اور درخت کے پتے کھاتی ہے، شیر اور باز زندہ جانوروں کا شکار کرتا ہے، چیل مردار کی تلاش میں چپہ چپہ ڈھونڈتا پھرتا ہے، بعض جانور ہیں جو چارہ بھی کھاتے ہیں اور اپنے سے چھوٹے جانوروں کو بھی ہضم کر جاتے ہیں، پرندوں کو اپنا گھونسلہ بنانا اور چوہوں کو اپنا سرنگ نما مکان بنانا معلوم ہے، مکڑے جالے بنتے ہیں اور شہد کی مکھیاں اپنا چھتہ تیار کرتی ہیں، جس میں اتنے کمرے ہوتے ہیں کہ شاید بادشاہوں کے محلات میں بھی نہ رہتے ہوں۔

کیا یہ سب کچھ ان مخلوقات نے آپ سے آپ جان لیا؟ قرآن نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کا نتیجہ ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿رَبُّنَا الَّذِیْ أَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ (طٰـہٰ: ۵۰) یعنی یہ سب خالقِ کائنات کا کمال ہے کہ اس نے ہر چیز کو صورت بھی بخشی، اسے اپنے وجود اور زندگی کے بارے میں راہ بھی سجھائی اور سلیقہ بھی سکھایا، قرآن نے ایک اور موقع پر بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی﴾ (الأعلی: ۲-۳) جیسے دین اور آخرت کے بارے میں رہنمائی ہدایت ہے، ویسے ہی دنیا میں کسی بھی مخلوق کو زندہ رہنے اور زندگی گذارنے کا جو طریقہ ودیعت کیا گیا ہے، اسے بھی قرآن ''ہدایت'' سے تعبیر کرتا ہے۔

اور یہ کچھ جانوروں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، حضرت انسان کے وجود میں بھی اس ہدایت ربانی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور ماں کی چھاتی کی طرف لپکتا اور اس سے دودھ پیتا ہے، آخر اس شیر خوار بچے کو کس نے بتایا کہ تمہاری غذا ماں کے سینہ میں ہے اور پھر اس غذا کو ماں کے سینہ سے کشید کرنے کا سلیقہ کس نے سکھایا؟ ذرا سی بے توجہی ہو تو بچہ کا رونا اور پیار و چمکار پر بچہ کا مسکرانا، یہ بھی اسی ہدایت ربانی کا مظہر ہے، اس گونگے، بے زبان اور بے شعور بچہ کو کس نے سکھایا کہ دکھ اور درد کا اظہار رو کر اور خوشی کا اظہار ہنس کر اور مسکرا کر کیا جاتا ہے؟

تو جب خدا نے ہر چیز کو ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے قدرتی طور پر دنیا میں رہنے سہنے کا طریقہ بتا دیا ہے، تو کیا انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کسی طریقہ اور نظام کی ضرورت نہ ہوگی؟ یقیناً ہوگی، بلکہ زیادہ ہوگی؛ کیوں کہ انسان ایک گونہ بااختیار مخلوق ہے اور عقل و خرد کی نعمت نے اس کی نیکی اور بدی کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے، شیر ایک وقت میں ایک ہی انسان یا حیوان کو شکار بناتا ہے، سانپ ایک بار ڈس کر ایک وجود کو فنا کر سکتا ہے؛ لیکن انسان کا

حال یہ ہے کہ وہ ایک ایٹم بم کے ذریعہ بیک وقت ایک پورے خطہ کو تباہ و برباد کرسکتا ہے اور بیک جنبشِ پلک لاکھوں انسانوں کی جان لے سکتا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ وہ سب سے زیادہ اس بات کا محتاج ہے کہ جینے اور مرنے کا سلیقہ سیکھے اور زندگی گذارنے کا طور وطریق جانے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کو زندگی گذارنے کا طریقہ کون بتائے؟ ...... ہم اپنی عملی زندگی میں غور کریں تو ایک سیدھی سادھی اور دیکھی جانی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی مشین کو بناتا ہے اور کس شے کو ایجاد کرتا ہے، وہی اس کی ضروریات سے آگاہ بھی ہوتا ہے اور اس کے لئے مناسب اور غیر مناسب اور درست و نادرست طریقۂ استعمال کے فیصلے بھی کرسکتا ہے، صانع ہی بتا سکتا ہے کہ اس کی صنعت کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ اور موجد ہی رہنمائی کرسکتا ہے کہ اس کی ایجاد کس طور کام میں لائی جائے؟ اس لئے جب اللہ تعالیٰ انسان کے خالق اور رب ہیں، اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اسی کے اشارہ وحکم سے ہم اس کائنات میں زندہ ہیں، تو ضروری ہے کہ وہی ہمیں زندگی کے طور وطریق بھی سمجھائے اور اسی کا دیا ہوا نظامِ حیات ہمارے لئے مفید ہوسکتا ہے؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف: ٥٤) کہ اللہ ہی انسان کا خالق ہے اور اسی کے اوامر واحکام انسان کے لئے واجب الاطاعت ہیں، ایک اور موقع پر ارشاد ہوا کہ حکم اور فیصلہ کا حق صرف اللہ ہی کو ہے: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف: ٤٠)

دنیا میں بھی آپ جب کسی کمپنی سے کوئی بڑی مشین حاصل کرتے ہیں تو وہ ایک طرف اس مشین کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ورسالہ آپ کے حوالہ کرتی ہے اور ساتھ ساتھ اپنے انجینئر کو بھی آپ کی مدد کے لئے بھیجتی ہے کہ کتاب میں جو نظریہ اور تھیوری بیان کی گئی ہے، یہ انجینئر اور ماہر کاریگر اس کو عملی طور پر برت کر دکھائے اور محسوس طریقہ پر سمجھائے، کسی تمثیل کے بغیر یہی صورت آسمانی کتابوں اور انبیاء کی ہے، اللہ کی کتابیں نظام ہائے حیات ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں اپنی صلاحیتیں کس طرح استعمال کرنی چاہئے؟ یہ کتابیں دستور ہیں اور پیغمبر کی زندگی اس کی عملی تصویر ہے، گویا پیغمبر کتاب الٰہی کی شرح اور اس کا بیان ہوتا ہے، ایک ایک حرف جو اس کی زبان سے نکلے، ایک ایک عمل جو اس کے اعضاء وجوارح سے صادر ہو اور ایک ایک اختیاری کیفیت جو اس پر طاری ہو، منشأ ربانی کا عملی اظہار اور انسانیت کے لئے اسوۂ ونمونہ ہے؛ اسی لئے فرمایا گیا کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٨٠)

گویا نبوت محض قلب وذہن کی تسلی کا سامان اور آخرت کی فلاح ونجات ہی کا ذریعہ نہیں؛ بلکہ یہ سب سے بڑی انسانی ضرورت ہے، جیسے وہ اپنے پیٹ کے لئے غذا کا، تن ڈھکنے کے لئے لباس وپوشاک کا، علاج کے لئے دوا کا اور اپنی مدافعت اور حفاظت کے لئے اسلحہ اور ہتھیار کا محتاج ہے، اس سے بڑھ کر وہ انبیاء اور انبیاء کی تعلیمات کا محتاج ہے؛ کیوں کہ انبیاء کی تعلیمات اس کے پورے وجود کے لئے غذا ہیں، وہ ذہن ودماغ کو بتاتی ہیں کہ انھیں کیا سوچنا چاہئے؟

وہ آنکھوں کی رہنمائی کرتی ہیں کہ انھیں کیا دیکھنا اور کیا نہ دیکھنا چاہیے؟ وہ زبان کو ہدایت دیتی ہیں کہ اللہ کی اس عظیم نعمت کا استعمال کن مقاصد کے لئے کیا جائے اور کن مفاسد سے بچا جائے؟ وہ ہاتھوں سے کہتی ہیں کہ یہ ظلم اور ظالموں کے خلاف اٹھے نہ کہ مظلوموں اور کمزوروں کے خلاف، وہ پاؤں کو بتاتی ہیں کہ اسے نیکی اور حق کی راہ میں چلنا چاہیے نہ کہ باطل اور برائی کے راستہ میں اور اس کی چال تواضع وانکساری اور عجز وفروتنی کی ہونی چاہیے نہ کہ کبر وافتخار اور غرور واستکبار کی۔

انسان خلوت میں ہو یا جلوت میں، بزرگوں کے ساتھ ہو یا عزیزوں کے ساتھ، محفل یاراں میں ہو یا کارزار حرب میں، دشمنوں کا سامنا ہو یا دوستوں کا، عدالت کی کرسی پر ہو یا ملزم کے کٹہرے میں، تختِ اقتدار پر ہو یا کسی کے اقتدار کے تحت، استاذ ہو یا طالب علم، آقا ہو یا غلام، تجارت وکاروبار میں ہو یا اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز میں، رنج والم کی شام ہو یا مسرت وشادمانی کی صبح، فتح سے ہمکنار ہو یا شکست سے دوچار، اولاد ہو یا ماں باپ، شوہر بیوی ہو یا بھائی بہن، مریض ہو یا معالج، تیماردار ہو یا خود تیمارداری کے محتاج، سرمایہ دار اور آجر ہو یا مزدور واجیر، قرض دہندہ ہو یا مقروض اور دولت مند ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، سفر میں ہو یا حضر میں، عالم ہو یا جاہل، خدا کی توفیق سے نیک عمل اس نے کئے ہوں یا اس کا دامنِ عمل گناہ سے آلودہ ہو، غرض ہر موقع اور ہر حالت اور کیفیت میں اسے انبیاء کی پاکیزہ تعلیمات اور روشن ہدایات مطلوب ہیں، اس لئے یقیناً انسانیت پر اس کے خالق کا سب سے بڑا احسان انبیاء کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا نظام ہے، جو انسان اس سے محروم ہو وہ ایک کھاتا پیتا، سوتا جاگتا اور ہنستا بولتا ترقی یافتہ حیوان تو ہوسکتا ہے؛ لیکن خالق اور اپنی حقیقت سے آشنا انسان نہیں ہوسکتا!

☆......☆......☆

1875ء کو صوبہ متحدہ (اتر پردیش) کے انگریز گورنر ''جان اسٹریچی'' نے اپنے معتمد خاص ''جان پامر'' کو بغرض جاسوسی دار العلوم دیوبند بھیجا۔ جان پامر نے وہاں جاکر انتہائی باریک بینی سے جائزہ لیا، اس کے بعد جو رپورٹ اس نے پیش کی وہ قابل مطالعہ ہے۔''

جان پامر'' لکھتا ہے:

''لیفٹننٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی کے ساتھ دورے کے دوران 30 جنوری 1875 کو دار العوم دیوبند میں قیام ہوا۔ گورنر نے مجھ سے کہا کہ یہاں دیوبند میں مسلمانوں نے گورنمنٹ کے خلاف مدرسہ قائم کیا ہے تم اجنبیانہ طور پر اس مدرسہ میں جاکر پتہ لگاؤ کہ یہاں کیا تعلیم ہوتی ہے اور مسلمان کس فکر وخیال میں لگے ہوئے ہیں؟''

جان پامر نے کئی صفحات میں رپورٹ پیش کی، اس کے آخر میں لکھتا ہے: ''میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تعلیم یافتہ، نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں، کوئی ضروری فن ایسا نہیں جو یہاں نہ پڑھایا جاتا ہو، جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے عوض ہوتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے میں کر رہا ہے، مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہوسکتی اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی یہاں تعلیم پائے تو نفع سے خالی نہیں۔ انگلستان میں اندھوں کا اسکول تو سنا تھا مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریر اقلیدس کی شکلیں کف دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ باید وشاید''۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند: ص 181)